بدیشی اوزار اور دیسی ہاتھ

تحریر: سہیل احمد لون

کشمیری النسل ہونے کی وجہ سے خوش خوراکی ہماری ضرورت نہیں' مزاج کا حصہ ہے۔شدید بھوک کی حالت میں اگر بوٹی ہاتھ میں آ جائے تو اس سے پنجہ آزمائی بھی قابل دید ہوتی ہے۔چند روز قبل یہی کچھ میرے ساتھ بھی ہوا، دوپہر کے وقت شدید بھوک کے مارے پیٹ میں چوہوں کی میراتھن ہو رہی تھی، بٹ برادری کے پیٹ کے چوہے بھی گوشت خور ہوتے میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ رانا ثناء کی طرح آدم خور نہیں ہیں۔اس سے قبل کہ چوہے پیٹ کے اس میراتھن سٹیڈیم سے نکل کر گھر کی خواتین کو پریشان کرنا شروع کر دیتے میں نے ایک نیم بوٹی جس کے ساتھ کچھ گوشت بھی تھا اِن چوہوں کو مصروف کرنے کیلئے پیٹ کے دوزخ میں ڈالنے کا ارادہ کر لیا۔بوٹی اور دانتوں کی لڑائی میں ہمیشہ شکست بوٹی کی ہوئی تھی مگر شاید اس دن قسمت کی دیوی بوٹی پر مہربان تھی۔مجھے دانت میں ایک عجیب سی درد ہوئی، زبان لگائی تو ہلتا ہوا محسوس ہوا۔شریر بوٹی میرے ہاتھ میں تھی جس میں مجھے ہڈی نہیں بلکہ بوٹی کے دانت دکھاتی ہوئی محسوس ہوئی۔جو شاید میری بے بسی پر ضرورت سے زیادہ چمکدار دکھائی دے رہے تھے۔میں نے باتھ روم میں جا کر گلی کی شیشے میں معائنہ کرنے کی کوشش کی مگر کچھ سمجھ نہ آیا۔فوراً اپنے ڈینٹل سرجن کے کلینک جا پہنچا۔ایک سیاہ فام مادام ڈاکٹر India Beason نے ایکسرے کیا پھر مجھ سے کہا کہ دانت فریکچر ہو گیا ہے۔اسے نکال کر مصنوعی دانت لگانا پڑے گا۔کیونکہ اس کا تجربہ صرف سات برس تھا میں نے اس کلینک کے دوسرے ڈاکٹر Craig Miller سے رجوع کیا۔گورے ڈاکٹر نے بھی وہی کہا جو سیاہ فام ڈاکٹر نے کہا تھا۔میں نے تیسرے ڈاکٹر کی رائے لینے کے لیے ایک اور ڈینٹل سرجن کا انتخاب کیا۔وہاں پر ایک انڈین ڈاکٹر مادام پدما دیوی نے ایکسرے کرنے کے بعد وہی کچھ ہندی میں کہا جو پہلے سیاہ فام ڈاکٹر اور گورا ڈاکٹر انگریزی میں کہہ چکے تھے۔اس نے مجھے سوچنے کا وقت دیا اور کہا کہ دانت پر باقاعدہ کارروائی کرنے کے لیے استقبالیہ سے appoinment لے لوں۔رات بڑی بے چینی سے گزری، دل کو تسلی اس وقت ہوئی جب ان لوگوں کا سوچا جو کسی حادثے یا دہشت گردی کے سانحہ کی وجہ سے اپنے اعضاء سے محروم ہو کر چلنے پھرنے یا دیکھنے، سننے سے محروم ہو جاتے ہیں۔میری ہمشیرہ نے بتایا کہ ایک پاکستانی ڈینٹل سرجن ہے جس کا کلینک مارڈن ٹیوب سٹیشن کے نزدیک ہے اگر اس سے بھی رجوع کر لیا جائے تو کوئی ہرج نہیں۔اگلی صبح ناشتے کے بعد میں نے سب سے پہلے کلینک فون کیا۔اپنی دانت کی ایمرجینسی کی صورت حال بتائی تو مجھے کلینک آنے کا کہا گیا کیونکہ میں وہاں رجسٹرڈ نہیں لہٰذا مجھے ایک گھنٹہ سے زائد انتظار کرنا پڑا۔Morden Dentist کی خاص بات یہ تھی کہ وہاں پر ڈاکٹر سمیت عملہ بھی دیسی تھا اور مریضوں کی اکثریت بھی دیسی ہی تھی انگریزی سے زیادہ اردو یا پنجابی زبان کا استعمال ہو رہا تھا۔کچھ لمحے کے لیے ایسا احساس ہوا کہ میں لندن کی بجائے لاہور کے کسی کلینک میں بیٹھا ہوا ہوں۔اپنی باری آنے پر جب معائنے والے کمرے میں داخل ہوا تو ڈاکٹر عبدالغفور منان صاحب اپنے اسسٹنٹ جنہیں وہ حافظ صاحب کہہ کر مخاطب ہو رہے تھے جو بعد ازاں تصدیق کرنے پر حقیقی حافظ قرآن ہی نکلے۔ڈاکٹر عبدالغفور منان صاحب کو ساری روداد سنائی پھر انہوں نے ایکسرے کا بغور جائزہ لیا۔میں نے ان کو بتایا کہ آپ اب

آخری امید ہیں کیونکہ اس سے قبل تین مختلف اقوام کے ڈاکٹرز دانت بچانے میں ہینڈز اپ کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالغفور صاحب کے اس وقت لندن میں 2 کلینک ہیں اور تیسرا بنانے کی پلاننگ جاری ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی ابتدائی تعلیم لاہور کے سینٹ انتھونی ہائی سکول سے حاصل کی۔ پھر خیبر میڈیکل کالج سے پشاور یونیورسٹی تک طب کی ڈگری مکمل کی۔ مگر مزید اچھا کرنے اور سیکھنے کے لیے برطانیہ تشریف لائے جہاں یونیورسٹی آف لندن سے گریجوایشن کرنے کے بعد رائل کالج آف سرجن ایڈن برگ میں Dentistry کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد لندن میں اپنا کلینک کھول کر اپنی پیشہ وارانہ مہارت کے جوہر دکھانا شروع کر دیے۔ تجربہ کار ڈاکٹر عبدالغفور صاحب نے بسم اللہ پڑھ کر دانت کی treatment کرنی شروع کی تو میرے دل میں بھی دعا کرنے کی تحریک نے جنم لیا۔ اپنی کارروائی کے دوران ڈاکٹر عبدالغفور صاحب نے ذکر الٰہی کا ورد بھی جاری رکھا اور ساتھ کھڑے حافظ صاحب بھی ان کی بھر پور طریقے سے معاونت کر رہے تھے۔ سیاہ فام ڈاکٹر نے میرے دانت کا ایکسرے لینے میں جتنی تکلیف سے گزارا تھا ڈاکٹر عبدالغفور صاحب کے ہاتھ میں ایسی شفقت تھی کہ دانت کو مرمت کرتے ہوئے بھی تکلیف کا احساس نہ ہوا۔ تقریباً نصف گھنٹہ بعد میں کلینک سے باہر اپنے حقیقی دانت لیے جا رہا تھا۔ ڈاکٹر عبدالغفور صاحب نے کہا کہ انہوں نے اپنی طرف سے جو ممکن تھا کر دیا اب آگے آپ کی قسمت۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ عمل انڈین، برطانوی یا افریقی ڈاکٹر سے کیوں نہ ہوا؟ یورپ، برطانیہ میں مکینک یا ٹیکنیشن کو کسی چیز کو Repair کرنے کا کہا جائے تو ان کے لیے وبال جان بن جاتا ہے وہ صرف پرزہ بدلنے کے ماہر ہوتے ہیں۔ یہی فارمولہ ان کی ازدواجی زندگیوں میں بھی نظر آتا ہے باہمی معاملات حل کرنے کی بجائے وہ بیوی یا سہیلی بدلنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ تبدیل کرنا آخری آپشن ہوتی ہے لیکن خرابی درست کرنا ہی اصل مہارت ہے جس میں ہمارے پاکستانی ماہر ہیں۔ ڈاکٹر عبدالغفور جن آلات کو استعمال کر کے دانتوں کی مرمت کر رہے ہیں ان کے ایجاد کرنے والوں سے مہارت سے استعمال کر کے زیادہ بہتر نتائج دے رہے ہیں، جنگی جہاز F-86 کے موجد شاید رہتی دنیا تک کسی بھی جدید ترین جہاز سے وہ کارنامہ انجام نہ دیں سکیں جو اسکوارڈن لیڈر ایم۔ ایم۔ عالم مرحوم نے کر دکھایا تھا، پاک فضائیہ کے ہواباز جب F16 کی پہلی کھیپ لینے امریکہ گئے تو انہوں نے ریکارڈ ٹائم میں F16 کا کنٹرول سنبھال کر امریکیوں کو حیران کر دیا تھا، وطن عزیز میں درجن سے بھی کم سکوائش کورٹس ہونے کے باوجود تین دہائیوں سے زائد عرصہ تک سکوائش میں پاکستان کی حکمرانی رہی جس میں جہانگیر خان اور جان شیر خان کے بے شمار ریکارڈز شامل ہیں، ہاکی میں زوال پزیر ہونے کے باوجود آج بھی وطن عزیز سب سے زیادہ عالمی کپ جیتنے والا ملک ہے۔ گوروں کی بچھائی ہوئی ریل کی پٹری جو کئی دہائیوں سے اپنی معیاد پوری کر چکی ہے اس پر بوڑھے انجن چلانے کی پیشہ وارانہ مہارت کی داد صرف پاکستانیوں کے حصے میں آسکتی ہے۔ وطن عزیز کی مٹی بہت زرخیز ہے اسی طرح یہاں کے باشندوں کے ذہنوں میں بھی بڑی وسعت ہے مگر بد قسمتی سے اس کا درست استعمال کرنے کے مواقع بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتے ہیں۔ مشرق وسطی، امریکہ، کینڈا، یورپ سمیت برطانیہ میں پاکستانی ڈاکٹرز، انجینئرز، اور دیگر شعبہ سے تعلق رکھنے والے اپنی پیشہ وارانہ صلاحیتوں کے جوہر دکھا کر پاکستانی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ ملک کا نام بھی روشن کر رہے ہیں۔ وطن عزیز میں جتنا ٹیلنٹ ہے اگر اس کو صحیح سمت میں استعمال کیا جائے تو ایٹمی طاقت ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارا شمار سپر پاورز میں بھی ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالغفور کی طرح دیگر

پیشہ وارانہ مہارت رکھنے والوں کو اگر وطن عزیز میں ایسے آلات اور حالات دستیاب ہوں تو وہ کیسے جوہر دکھا سکتے ہیں۔ہمیں دوسروں کی ایجاد کردہ چیزوں کے استعمال میں ان سے زیادہ مہارت ہو سکتی ہے تو اگر ہمیں ایسے سازگار حالات اور بہتر تعلیم کے مواقع دیے جائیں تا کہ وہ تحقیق کر کے ایجادات کر سکیں تو اپنی ایجاد کردہ چیزوں کو کیسی مہارت سے استعمال کریں گے۔صرف بہتر تعلیم ہی بیس کروڑ عوام کو ایک طاقت بنا سکتی ہے اگر ان کی صلاحیت سے فائدہ اٹھانے کے مواقع پیدا نہ کیے گئے تو بہت جلد بیس، بائیس کروڑ کا ایسا بوجھ تیار ہو جائے گا جس کا وزن حکمران اشرافیہ کی کرپشن سے زیادہ ہو جائے گا اور پھر کوئی ڈاکٹر ہمارے اس فرسودہ نظام کے پارٹس بدل کر بھی اسے چلنے کے قابل نہیں بنا سکے گا۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

08-01-2016